

Review of Hafiz Mahmood Sherani's Research Style**حافظ محمود شیرانی کے تحقیقی اسلوب کا جائزہ****Sobia Safdar¹, Dr Zafar Hussain Harral²**PhD Scholar¹, Associate Prof.², Bahauddin Zakariya University MultanCorrespondence Email: zafarharral@yahoo.com

pISSN: 3007-2077

eISSN: 3007-2085

Received: 30-11-2024

Accepted: 05-01-2025

Online: 14-01-2025

HEC approved in
Y Category.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2024 by the author(s).**Abstract**

The world is full of humans of different colors and races. Every human is different from other humans. That is why the curating style of every human is unique. My topic is "Hafiz Mahmood Sherani," who is a writer, historian, and linguist. His two creations are very good. One linguistic research is "Punjab mein Urdu," and the other criticism is "Tanqeed Shair-ul-Ajam." Sherani is a perfect researcher. He does not just research for the sake of research, but after examining the facts and realities, he presents a new aspect. Although "Sherani's" style is scientific and research-oriented, it does not feel heavy to the reader. Scientific and research writings are the essence of a researcher's knowledge. That's why, despite being scientific and research-based, their style is simple, clear, and fluent. They are generally considered dry, but this is not the case with Sherani. Sherani doesn't just convey information but presents it in a delightful manner, keeping the element of interest alive. This is the magic of his style.

Keywords:

Hafiz Mahamood Sherani, Style, Critics, Punjab mein Urdu, Criticism, Editing

ہر انسان دوسرے انسان سے مختلف ہے اسی طرح ہر انسان کا طرز تحریر یا اسلوب بھی دوسرے سے مختلف ہے۔ اسلوب اظہار کا ذریعہ ہے۔ کسی بھی لکھاری کی شخصیت کو پرکھنا ہو تو اس کے طرز تحریر کو دیکھنا چاہیے کیونکہ اسلوب شخصیت کا آئینہ تصور کیا جاتا ہے۔ لکھاری کی سوچ، نظریہ حیات اسلوب کی بدولت ہی واضح ہوتے ہیں۔ ادیب کو زندگی میں درپیش مسائل و مشکلات شخصیت کو نکھارتی ہیں۔ اور اس نکھری ہوئی شخصیت کی جھلک اس کے اسلوب میں نظر آتی ہے۔ اس مقالے میں حافظ محمود شیرانی کے اسلوب کا جائزہ لیں گے۔

حافظ محمود شیرانی کا تعلق افغانوں کے قبیلے شیرانی سے تھا۔ ان کا اصل نام محمود خاں ہے شیرانی خاندانی نسبت کے طور پر ساتھ لگاتے ہیں۔ وہ حافظ قرآن بھی تھے شیرانی ۵ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو ٹونک، راجستھان، بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام محمد اسماعیل خان تھا۔ حافظ صاحب کے چھ بھائی تھے۔ محمد اسماعیل کا ساتواں بیٹا حافظ محمود شیرانی تھا۔ محمد اسماعیل کی یہ اولاد دو بیویوں سے تھی۔ ۱۹۰۱ء میں حافظ محمود شیرانی نے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ حافظ صاحب کے والد ان کو بیرسٹر بنانا چاہتے تھے جس کی وجہ سے ۱۹۰۴ء کو حافظ صاحب لندن روانہ ہوئے۔ پردیس کی مشکلات کو برداشت کرنے قابلیت اور کچھ کر کے دکھانے کی طاقت ان میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ لیکن بد قسمتی کہ اسی عرصے میں ان کے والد کی صحت خراب رہنے لگی اور ہو اوہی جس کا خدشہ تھا۔ اسماعیل خان شیرانی ۱۹۰۶ء دنیافانی سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے ہمت سے کام لیا اور تعلیم کے ساتھ ملازمت اختیار تعلیم کی اس حوالے سے کے ساتھ اسلامک سوسائٹی میں ملازمت کی۔ اس حوالے سے مظہر محمود شیرانی لکھتے ہیں۔

”گھر کی طرف سے مایوس ہو کر وہ تفکرات میں گھر گئے کچھ عرصہ لینڈ لیڈی کی مہربانی سے گزر اوقات ہوئی۔ آخر ایک دن پریشان ہو کر گھر سے نکلے اور بلا مقصد شہر گردی کرنے لگے۔ ایک کباڑیے کی دوکان پر کھڑے ہو کر پرانی کتابوں پر نظر ڈالنا شروع کی۔ اچانک انہیں ایک اچھی کتاب نظر آئی جو مناسب دام میں حاصل کی اور لوزک کمپنی کے ہاں پہنچے انہوں نے بڑی خوشی سے وہ کتاب کئی پونڈ میں خرید لی۔“ (۱)

اس طرح ان کا گزر بسر ہونے لگا۔ لیکن ان کی قانون کی تعلیم مکمل نہ ہو سکی لیکن لندن میں کام کرتے رہے ۱۹۱۳ء کو ٹونک واپس لوٹ آئے۔ ۱۹۲۲ء میں اسلامیہ کالج میں بطور لیکچرار بھرتی ہوئے ۱۹۲۸ء میں پنجاب یونیورسٹی بطور لیکچرار عہدہ سنبھالا۔ باقی کی زندگی انہوں نے اسی ادارے میں گزاری ۱۹۴۰ء میں ریٹائرمنٹ لی۔ ۱۹۴۱ء میں ٹونک روانہ ہو گئے۔ اور وہیں انہوں نے اپنی زندگی چند آخری سال گزارے ۱۹۴۶ء میں ان کا انتقال ہوا۔

حافظ محمود شیرانی محقق، مدون، نقاد، مورخ، ماہر لسانیات، شاعر اور ادیب اور ادبیات کے استاد تھے۔ ان کی تدریسی اور تصنیفی و تالیفی زندگی ۳۶ سال کے طویل عرصے پر مبنی ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے اردو ادب کے جس میدان میں بھی قدم رکھا وہاں اپنی الگ شناخت بنائی یہی نہیں بلکہ اس موضوع کو اس معراج پر پہنچانے کی کوشش کی جس کا وہ مستحق تھی۔ ان کا علمی و ادبی کام زیادہ تر تحقیق زبان اور تحقیق واقعات پر مبنی ہے ان کو سب سے زیادہ شہرت دو حوالوں کی بنا پر حاصل ہوئی ایک انکی لسانی تحقیق ”پنجاب میں اردو“ اور دوسری تنقید ”شعر العجم“ ہے۔

شیرانی بہت سی زبانوں پر عبور رکھتے تھے جس کی بنا پر انہوں نے بے شمار کتابیں ان کے اصل مصنفوں کو واپس دلائیں ہیں۔ ان کا پسندیدہ مشغلہ گم شدہ کی بازیافت ہے۔ انہیں عربی، فارسی، انگریزی، اردو زبان پر مہارت حاصل تھی۔ جس کی بنیاد پر انہوں نے اردو فارسی تاریخ میں اغلاط کو واضح کیا اور ان کی اصلاح کی۔ حافظ صاحب کی اردو ادب اور زبان کے لیے اتنی خدمات ہیں کہ ان میں سے کسی بھی خدمت کو کسی دوسری خدمت پر فوقیت دینے میں خاصی وقت پیش آتی ہے۔ ایک طرف وہ اردو زبان کے بہادر سپاہی ہیں جن کی ساری عمر اردو زبان کی ترویج اور اردو زبان کو اس کا جائز مقام دلانے میں گزر گئی۔ دوسری طرف وہ اردو کے ایسے محقق و مدون ہیں جنہوں نے اردو ادب کی گمشدہ کڑیوں کو ملایا۔ بہت سے ایسے شاعروں اور ادیبوں کو افق ادب پر نمودار کیا۔ جو گمنامی اور تاریخ کی ستم ظریفوں کا شکار ہو چکے تھے۔

حافظ محمود شیرانی کا مقام و مرتبہ تحقیق میں اتنا بلند اور معتبر ہے کہ اس کے سامنے دیگر صلاحیتیں دب کر رہ جاتی ہیں۔ انہی میں ایک پہلو تنقید کا بھی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ان کی تنقید معیاری نہیں ہے۔ وہ تنقید میں بھی ایسی گہری چھاپ چھوڑتے ہیں لیکن ان کا تحقیقی کام تنقید سے بھی معتبر ہے۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں۔

”پروفیسر محمود شیرانی بھی بہت بڑے محقق ہیں تحقیق و تنقید گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہے اسی وجہ سے ان

کی تحریروں میں تحقیق کی طرف توجہ زیادہ ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی تنقید پس منظر میں جا پڑتی

ہے۔“ (۲)

حافظ محمود شیرانی اپنی تنقید اور تحقیق میں کوئی فرق نہیں رکھتے۔ ان کی تحقیق اور تنقید دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ دیکھا جائے تو جہاں تحقیق ہوگی وہاں تنقید بھی سرگرم ہوتی ہے۔ ان کی تنقید اصلاحی عنصر رکھتی ہے۔ انکی تنقید میں تشنگی اور گہرائی نظر آتی ہے۔ جامع تنقید یا تحقیق کے لیے ایک نفاذ یا محقق میں تخیل کا عنصر بھی ہونا چاہیے۔

اسلوب یا طرز تحریر کا بنیادی مقصد قاری تک اپنے خیالات اور نظریات کو پہنچانا ہوتا ہے۔ لیکن عموماً یہ تصور کیا جاتا کہ تحقیق و لسانی اسلوب پھیکا اور بوجھل ہوتا ہے۔ محقق اپنے مدعا کو بیان کرنے کے لیے علمی اور تحقیقی مقصد کو اہمیت دیتے ہیں لیکن اس صورت حال میں اسلوب بے مزہ اور سست ہو جاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اسلوب کو دلچسپ اور دلکش بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن بعض محققین کے ہاں خوبصورت اور دل کو چھو جانے والا اسلوب قدرتی طور پر پایا جاتا ہے اس طرح نثر کو پڑھنے میں قاری زیادہ دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ حافظ محمود شیرانی کے اسلوب میں قدرتی دین کا عکس نظر آتے ہے۔ بعض مقامات پر وہ شعوری کوشش بھی

کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر ان کا اسلوب قدرتی صلاحیت کی بنیاد پر دلکش اور دلچسپ اسلوب شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ صاحب سادہ اور آسان لکھنا پسند کرتے ہیں۔ اور اس پسندیدگی کی عکس ان کے اسلوب میں واضح نظر آتا ہے۔ اس کی زندہ مثال ہم ان کی کتاب سے لیں گے حافظ محمد شیرانی اپنی کتاب ”مقالات شیرانی جلد دوم“ لکھتے ہیں۔

”باہر ہندوستان کی ان اشیاء کے جو اس کی نظر میں عجیب تھیں نام پوچھتا ہے اور پھر اپنی وقائع میں وہ نام درج کرتا ہے۔ اگرچہ ہندوستانی مخصوص اصوات تک اس کی رسائی نہیں ہے وہ تازہ وارد مغل کے لہجے میں انہیں لکھتا ہے۔ یعنی گھڑیاں کو ”گریاں“ سدا پھل کو ”سدافل“ اور بڈھل، کو بدل لکھ رہا ہے اگرچہ ہندوستان میں وہ صرف چھ سال کی مختصر مدت کے لیے زندہ رہتا ہے۔ اور اس مدت میں وہ اس کی تمام توجہ اس ملک کی فتوحات اور انتظام پر مبذول تھی تاہم وہ یہاں کی زبان کے ساتھ کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور حاصل کر لیتا ہے۔“ (۳)

یہ اقتباس مقالات شیرانی کی جلد دوم سے منتخب کیا گیا تھا اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی زبان کس قدر صاف اور سادہ تھی۔ حافظ صاحب پیدائشی ٹونکی تھے لیکن ان کی زبان سادہ اور صاف و شستہ تھی۔ وہ اردو بولنے میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی زبان میں اہل دہلی کا سارنگ پایا جاتا ہے۔ حافظ صاحب عربی، فارسی، انگریزی پر بھی مہارت رکھتے تھے لیکن اردو زبان پر بے انتہا قدرت حاصل تھی۔ ان کے ہاں دہلی کی عام اور سادہ زبان کا استعمال ہے عام محاورات، الفاظ، تراکیب نظر آتی ہیں۔ اس حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر اقبال شیرانی لکھتے ہیں۔

”ان کا وطن اگرچہ ٹونک تھا لیکن لکھنے اور بولنے میں انکی اردو وہ تھی جس کو اردو معنی کہا جاتا ہے ان کا تلفظ اور محاورہ بالکل اہل دہلی کا ساتھ زبان اردو پر انہیں بے انتہا قدرت حاصل تھی۔“ (۴)

شیرانی کا اسلوب صاف سادہ اور شستہ ہے انکی نثر نہایت شگفتہ ہے شیرانی سیدھے سادے الفاظ میں اپنی بات مکمل کر دیتے ہیں۔ سادگی کے ساتھ انکی نثر میں روانگی بھی موجود ہوتی ہے۔ شیرانی صاحب کے اسلوب کے متعلق مولوی محمد شفیع صاحب کی رائے کافی اہمیت کی حاصل ہے۔ مولوی محمد شفیع لکھتے ہیں۔

”شیرانی کا اسلوب تحریر سادہ آرائش سے خالی مگر نہایت پختہ ہے ان کا استدلال قوی اور مسکت ہے وہ مسئلہ زیر بحث کو مختلف زاویوں سے دیکھ پر قاری کے دخل ہائے مقدر کو ہر طرح سے دفع کرنے کی سعی کرتے

ہیں اور مضمون کا ہر طرف سے احاطہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اعتراض کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے ان کا بیان متین ہوتا ہے لیکن اگر ہنسنا ممکن ہو تا ہے تو وہ اس میں بھی نہیں چوکتے۔“ (۵)

بعض اوقات شگفتہ نثر میں خشکی کا عنصر دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہی چیز اسلوب کو غیر دلچسپ بنا دیتی ہے حافظ صاحب کا اسلوب مکمل طور علمی و تحقیقی ہونے کے باوجود شگفتہ اور لطیف ہے۔ دیگر محققین کے ہاں اس طرح کی نثر نہیں ہوتی ہے۔ علمی نثر میں لکھاری صرف مقصد کو اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب کے ہاں ایسا نہیں ہے وہ قاری کو بوجھل اور بے مزہ نثر فراہم نہیں کرتے اور یہی عنصر ان کی نثر کو دیگر محققین کی نثر سے الگ کرتا ہے۔ اس حوالے سے سید عابد علی عابد لکھتے ہیں۔

”شیرانی بڑی شگفتہ نثر لکھتے تھے بشرطیکہ مضمون ہی ایسا نہ ہو کہ شگفتگی کی تاب نہ لائے۔ فردوسی پر چار مقالے اور تنقید ”شعرالجم“ میں ان کا انداز نگارش کی شگفتگی کی اتنی ہی مثالیں ہیں جتنے ان کتابوں کے صفحات۔“ (۶)

تحقیقی نثر کی درجہ بالا خوبیاں شیرانی کی نثر میں موجود ہیں۔ انکی نثر سادہ اور آسان ہے۔ ان کی نثر کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں لفاظی اور تراکیب و محاورات عام فہم ہے۔ مانا نوس تراکیب کا استعمال ان کی نثر میں موجود نہیں ہے۔ بنیادی طور پر ان کا موضوع تاریخ اور تحقیق ہے۔ یہ دونوں موضوع نہایت خشک کھر درے ہوتے ہیں۔ تحقیق اور تاریخ اپنے اسلوب میں عموماً بوریت کا عنصر رکھتی ہیں لیکن شیرانی کے ہاں عبادت آرائی اور رنگ آمیزی کا عنصر بھی موجود نہیں ہے اس کے باوجود ان کی نثر بے مزہ اور بوجھل محسوس نہیں ہوتی اس کی بڑی وجہ تحقیق و تاریخ میں ان کی دلچسپی کا ہونا ہے۔ ان کے اسلوب کی خاصیت ہے کہ وہ حقائق بیان کرتے ہوئے جملوں کو طویل نہیں کرتے اور فالتو فقرے کا استعمال نہیں ملتا۔ ان کی زبان گجھلک نہیں ہے۔ شیرانی کی زبان واضح اور قطعیت کی حامل ہے۔ انہیں اپنے موضوع پر بہت عبور حاصل ہے جس کی وجہ سے ان کا قلم رکتا ہی نہیں۔ ان کے اسلوب میں بناوٹ نہیں ہے بلکہ سادگی کا عنصر اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ اس موضوع کے بارے میں ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی لکھتے ہیں۔

”ان کی زبان نہایت واضح اور قطعیت کی حامل ہے قلم پر ان کا عبور دراصل موضوع پر ان کے عبور اور مزاولت کا آئینہ دار ہے چنانچہ وہ قاری کو نہ صرف مطح نظر پوری طرح سمجھا دیتے ہیں بلکہ اسے متفق بنا کر ہی دم لیتے ہیں اس بارے میں وہ کسی رہا کاری حاشیہ آرائی یا منطقی شعبہ بازی سے کام نہیں لیتے بلکہ واضح اور

صريح الفاظ میں وہ ساری رام کہانی قاری کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جو زیر نظم موضوع پر تحقیق و جستجو کے دوران میں ان پر گزری ہوتی ہے۔“ (۷)

شیرانی ان کی عبارتوں میں صداقت کی مہک آتی ہے اور خلوص و محبت کا جذبہ بھی واضح نظر آتا ہے۔ وہ قاری کو اپنے ہمراہ لے کر چلتے ہیں۔ قاری جہاں لڑکھڑاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے وہاں اس کی مدد کو فوراً آجاتے ہیں۔ ان کا اسلوب عمدہ اور کمال اسلوب ہے۔ ان کا اسلوب ہر خاص و عام کے لیے وہ کسی میں فرق نہیں کرتے سب کا برابر خیال رکھتے ہیں۔ ان کا موضوع خشک موضوع ہوتا ہے لیکن وہ اپنے قاری کے لیے اس میں بھی لطف کا عنصر پیدا کر دیتے ہیں۔

کسی بھی تحقیقی اسلوب کی سب سے بڑی خاصی اس کا ابہام ہوتا ہے۔ یا پھر اسلوب میں دھندلاہٹ ہوتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ہے لکھاری کی سمجھ میں موضوع نہیں آتا اور وہ خود بھی ابہام کا شکار رہتا ہے جس کی وجہ سے لکھاری قاری تک اپنی بات پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو پاتا۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ زبان چھوٹی ہے یعنی زبان میں اتنی وسعت نہیں کہ وہ دقیق موضوعات کو سہل کر سکے۔ اس صورتحال میں تحریر کا مقصد بھی واضح نہیں ہوتا اور اسلوب میں خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس طرح کا اسلوب قاری کو لطف اندوز نہیں کرتا بلکہ آنتاہٹ کا شکار کر دیتا ہے۔ اور تحقیق سے فائدہ حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن شیرانی کا اسلوب اس طرح کی خامیوں سے پاک ہے۔ شیرانی کے ہاں موضوع کسی بھی نوعیت کا ہو علمی و تحقیقی موضوعات میں ان کا انداز واضح صاف ہوتا ہے بعض محققین اس طرح کے موضوعات کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے اور ان کا اسلوب اور انداز بیان مبہم ہوتا ہے شیرانی کے ہاں صورتحال اس کے برعکس ہے ان کے ہاں انداز بیان صاف، غیر مبہم اور نکھرا ہوا ہے۔ شیرانی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کو مکمل کر کے چھوڑتے ہیں۔

اردو تحقیق میں یہ خاصیت شیرانی ہے کہ انہوں نے علمی و تحقیقی اسلوب کو شگفتہ اور دلچسپ بنایا۔ دیکھا جائے تو علمی و تحقیقی نثر کا بنیادی مقصد صرف مقصدیت ہوتا ہے اسی وجہ سے اس طرح تحریروں کو خشک اور بوجھل تصور کیا جاتا ہے لیکن شیرانی نے اپنی نثر کو اس خشکی اور بوجھل پن سے بچانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ آج کے جدید محققین کو دیکھا جائے تو ان کے ہاں زبان کا فی مشکل استعمال کی جاتی ہے لیکن شیرانی کے ہاں ایسا نہیں ہے۔ شیرانی کے ہم عصر مولوی عبدالحق قاضی عبدالودود، مالک رام، شیخ اکرام، حنیف نقوی امتیاز علی عرشی کی نثر کو دیکھا جائے تو ان کا میدان شیرانی سے مختلف ہے لیکن شیرانی کا علم پختہ ہے۔ شیرانی شبلی جیسے شخص کو بھی غلط ثابت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کا علم کامل ہے۔ ڈوبری نے کامیاب اسلوب کی تین صفات

بیان کی ہیں۔

(الف) اپنے افکار سے وفاداری (یا الفاظ دیگر دیانت داری کی مشکل صفت)

(ب) اظہار کی غرض سے صحیح اور مناسب الفاظ و تراکیب کا انتخاب

(ج) اپنے انداز بیان کو روزمرہ گفتگو دینا۔

ان خصوصیات کے مل کر یکجان ہونے سے اسلوب میں کمال فن پیدا ہوتا ہے اور یہ تمام صفات شیرانی کے اسلوب میں پائی جاتی ہیں۔ شیرانی کی نثر میں شاعرانہ عنصر نہیں پایا جاتا ہے۔ ان کی نثر خالص علمی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان کا استدلالی انداز ہے۔ بعض محققین کی نثر میں شاعرانہ انداز پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس نثر میں مبالغہ اور شاعرانہ پن تخلیل پایا جاتا ہے جو علمی و تحقیقی نثر کے معیار کو گراتا ہے۔ کسی بات پر ضرورت سے زیادہ زور دینا عام گفتگو میں جائز تصور کیا جاتا ہے۔ قاری کا اعتماد بڑھتا ہے مصنف پر۔

علمی، تاریخی اور تحقیقی تحریریں حقیقت میں محقق کی علمیت کا نچوڑ ہوتی ہیں۔ ان تحریروں میں محققین کے تجربات اور زندگی کا شور شامل کر کے قاری کو الگ راہ کی طرف گامزن کرتا ہے۔ قاری اور لکھاری کے درمیان بھروسے کا رشتہ تحریر کے ذریعے ہی ہوتا ہے تحریر دل سے نکل کر دل پر اثر رکھنے کے قابل ہونی چاہیے یہ خاصیت شیرانی کی نثر میں بدوجہ اتم پائی جاتی ہے۔ شیرانی کے اسلوب میں صرف لیپا پوتی سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ وہ موضوع کی گہرائی میں جا کر وضاحت کرتے ہیں وہ سب کو عالم فاصل نہیں سمجھتے وہ عام و خاص کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ سارا بوجھ قاری کے کندھوں پر نہیں ڈالتے وہ اپنی ذمہ داریاں خوب سمجھتے ہیں اور بخوبی نبھاتے ہیں۔ شیرانی کے ہاں الفاظ کی بھرمار نہیں ہوتی وہ ہر لفظ، جملہ، فقرہ سوچ سمجھ کر لکھتے ہیں۔ اور وہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں۔ جو کچھ بیان کریں وہ صداقت پر مبنی ہو۔ کسی بھی موضوع پر بغیر تحقیق کیے آنکھیں بند نہیں کرتے۔ کافی غور و فکر کرنے کے بعد کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ یہی خوبی ان کی تحریروں میں جان ڈال دیتی ہے۔ جب قلم ان کی طرح چاک و چوبند نظر آتے ہیں۔ اور کسی بھی قسم کی کوتاہی اپنے موضوع کی حفاظت کرتے ہیں۔

وہ ایک کامل محقق ہیں۔ ان کے ہاں صرف واقعات کی بھرمار نہیں ملتی بلکہ ان واقعات کی چھان پھٹک کر کے ان کی حقیقت کو سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیرانی کی تحقیق ایک اور وصف یہ بھی ہے کہ وہ صرف ماخذات کو نقل نہیں کرتے

بلکہ وہ ان کا ماخذات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔ اس کے بعد قاری کے حوالے کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے کام کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ خوبی ان کی تحریر میں نئی روح پھونک دیتی ہے۔ شیرانی ایک ذہین آدمی ہے اور ذہن سے سوچتے ہیں۔ وہ جو کچھ لکھتے ہیں وہ اس سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر کہیں بھی اونگھتی محسوس نہیں ہوتی۔

شیرانی کے اسلوب کا جائزہ لینے کے بعد اس بات کا احساس شدت کے ساتھ ہوا کہ وہ ایک کامل محقق ہیں۔ ان کا اصل کام ادبی اور تاریخی مسائل کو سمجھانا ہے۔ اس کے لیے ان کا طریقہ جدید سائنسی طریقہ کار کی بنیاد پر کام کرتا ہے۔

شیرانی اپنے موضوع کا تعارف کرواتے ہیں اور موضوع معروف نہ تو اس کی ضروری وضاحت بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ سارا بوجھ قاری کے کندھوں پر ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ وہ اپنی تحریروں میں ہر خاص و عام کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ موضوع کے آغاز سے پہلے اس کی حدود بیان کر دیتے ہیں۔ اور اگر موضوع پیچیدہ ہو تو وہ اس کی تقسیم مختلف حصوں میں کر دیتے ہیں تاکہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔ وہ موضوع میں تشنگی پیدا نہیں کرتے بلکہ مکمل اور بھرپور وضاحت کرتے ہیں۔ کسی موضوع کی طرف توجہ دلانی ہو تو وہ اس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں لیکن بار بار ایک ہی موضوع کو دہراتے نہیں ہیں۔ اپنے خیالات کو ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنے خیالات کو صرف حافظے کی بنیاد پر بیان نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اس کی مکمل تاریخی شواہد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ شیرانی صاحب کسی بھی موضوع کو رکھنے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ موضوع کو مکمل بیان کرنے کے قائل ہیں اگر کسی وجہ سے وہ مکمل تفصیلات بیان نہ کر سکیں تو وہ اس کی وجہ بیان کر دیتے ہیں۔

شیرانی کے اسلوب کا خاصہ ہے کہ وہ سادہ، صریح، رواں، شیریں ہے۔ یہ وجہ ہے کہ وہ قاری کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں اور قاری کو اپنا بنا کر لیتے ہیں۔ قاری ان کی تحقیق کو قبول کر لیتا ہے قاری کے دل میں شک کی گنجائش پیدا نہیں ہوتی وہ مطمئن ہو جاتا ہے۔ ان کی تحقیق میں وہ اپنی رائے کا اظہار کرنے اور دلیل دینے کا طریقہ بالکل سادہ رکھتے ہیں۔ یہی بات قاری کو پسند آتی ہے۔ یہی ان کی شہرت کی اصل وجہ ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلوب شخصیت کا عکس ہوتا ہے۔ اسلوب میں لکھنے والے کی شخصیت قدم قدم پر ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ شخصیت کسی موقع پر اسلوب کو تنہا نہیں چھوڑتی۔ شخصیت کی شعوری کوشش نہیں ہوتی یہ ایک لاشعوری عمل ہے۔ اسلوب میں کوئی شخص اپنی شخصیت کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ اچھی عادات و اطوار کا تعلق انسان کی

سیرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اچھی عادات و سیرت کا عکس اسلوب میں واضح نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر شمس الدین صدیقی لکھتے ہیں:

”خلوص اچھی تحریر کی پہلی بنیادی شرط ہے اسلوب کی اہم ترین خوبیاں یعنی توانائی اور نزاکت و نفاست،

خلوص ہی پر براہ راست انحصار رکھتی ہیں۔“ (۸)

شیرانی کے اسلوب میں خلوص کی خوبی کا معیار بہت بلند ہے اور یہ خلوص اُن کی سیرت کا حصہ ہے وہ اپنے سیرت و کردار کو اسلوب کی صورت میں اس قدر خوبصورتی سے ڈھالتے ہیں کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ شیرانی کے اسلوب کی سب سے بڑی خوبی ہم آہنگی اور توازن ہے۔ ہر برٹ ایڈز اچھے اسلوب کی خصوصیات لکھتے ہیں۔

“Once the plan is made and the material parceled out then the dry skeleton of this structure should be hidden beneath a Surface which is all variety and interest. And that of course is the virtue of a good style. It intervenes between the bare structures of the intellect and those regions of the mind which are only open to sensuous perceptions.” (۹)

اس حوالے میں اسلوب کی فنی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے اور یہ خوبیاں حافظ صاحب کے اسلوب میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

ان کی کامیابی کا دار و مدار ان کا اسلوب ہے۔ ایک کامیاب اسلوب کی خوبی یہ ہے اس کو دیکھا جائے اور پڑھا جائے۔ اور اگر کسی کو پڑھا نہیں جا رہا تو وہ عدم توجہ کا شکار ہے۔ یا پھر اس میں ایسی خوبی نہیں کہ وہ قاری کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔ کوئی بھی تحقیقی نثر جذبت کا عنصر نہیں رکھتی وہ صرف تحویلی عنصر کی دین ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ان کا اسلوب پھیکا اور بے رونق تصور کیا جاتا ہے۔ شیرانی کے اسلوب میں جو شیلے جملے دیکھنے کو نہیں ملتے میں قاری ہمدردانہ طور پر متاثر ہوتا ہے اور دلی طور پر لکھاری کے پیش کردہ واقعات و حالات کو من و عن قبول کر لیتا ہے۔

شیرانی کے ہاں ڈرامائی انداز بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ منظر کشی کا عنصر بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ قاری کی آنکھوں کے سامنے واقعات و حالات کی جھلک نظر آتی ہے۔ شیرانی کے ہاں شاعرانہ انداز کے بھی چند نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں لیکن ان کی بھرمار نہیں ہے وہ شاعرانہ انداز بیان قاری کو محظوظ کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان کے جملوں میں بھی کبھار محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی تقریب میں خطاب کر رہے ہیں۔ کوئی بھی اسلوب تخیل سے پاک نہیں ہوتا تو شیرانی کا اسلوب اس خوبی سے کیسے پاک رہ سکتا ہے۔ ان کے ہاں تخیل کی پرواز بھی کافی بلند نظر آتی ہے۔

اس ساری بحث کے پیش نظر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شیرانی کا اسلوب تحقیقی و عملی ہونے کے باوجود دلکش اسلوب ہے۔ شیرانی کے اسلوب میں وہ سب خوبیاں موجود ہیں جو تحقیقی اسلوب کو بوجھل اور بد مزہ ہونے سے بچاتی ہیں۔ بعض اوقات تحقیقی اسلوب دقیق پیچیدہ اور گنجلک ہوتے ہیں لیکن شیرانی کے ہاں ایسا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے اسلوب میں تشبیہات و استعارات، محاورات، ضرب امثال، استفہام پایا جاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ وہ ان اصطلاحات کا استعمال نہیں کرتے بعض مقامات پر ایسی مثالیں ضرور دیکھنے کو ملتی ہیں جہاں تشبیہات و استعارات، محاورات کا استعمال لاشعوری طور پر کیا ہے۔ وہ شعوری کوشش نہیں کرتے۔ ان کے اسلوب میں بناوٹ نہیں ہے۔ ان کا اسلوب سادہ، صاف، دلکش اور شگفتہ اسلوب ہے۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔ ایسا اسلوب اردو تحقیق میں اپنا منفرد مقام رکھتا ہے۔ وہ لوگوں کی دیکھا دیکھی بناؤ سنگھار نہیں کرتے ان کی شخصیت بھی خالص تھی اور یہ عنصر ان کے اسلوب میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

۱. حافظ محمود شیرانی، ”مقالات شیرانی“، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۵۳
 ۲. عبادت بریلوی، ڈاکٹر، ”اردو تنقید کا ارتقاء“، انجمن ترقی اردو کراچی، ۲۰۱۷ء، ص ۲۱۳، ۲۱۲
 ۳. حافظ محمود شیرانی، مقالات شیرانی، جلد دوم، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۲
 ۴. مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر، ”حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات“، جلد دوم، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۹۵۰
 ۵. ایضاً۔ ص، ۹۵۰
 ۶. ایضاً۔ ص، ۹۵۱
 ۷. ایضاً۔ ص، ۹۵۲
 ۸. شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر، ”ادب میں ہیئت اور اسلوب کی اہمیت“، مطبوعہ، ”صحیفہ“ بابت جولائی ستمبر ۱۹۷۹ء
 ۹. (Herbert Read: "English Prose Style". P. 35, London, 1956) بحوالہ
- مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر، ”حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات“، جلد دوم، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۹۹۳